مرد کو درد نہیں ہوتا
از درِ ہالہ

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

مرد کو درد نہیں ہوتا

از درِ ہالہ

: کہانی

"! عنوان: "مرد کو درد نہیں ہوتا

از قلم دُرِّہالہ

رات کا پچھلا پہر۔ کُھلی کھڑکی سے آتی بجلی کی چمک، بارش کی تیز آواز۔۔۔ ہوا سے پردے پھڑ پھڑا رہے تھے۔ کمرہ گھٹاٹوپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ بجلی کی چمک سے چند لمحوں کے لیے وہ روشن ہو جاتا اور پھر تاریکی چھا جاتی۔ ایسا لگتا تھا حالات خاموش تماشائی بنے اس کا مزاق اڑا رہے ہوں۔ وہ بستر پر بے سدھ پڑا تھا۔ جسم میں جیسے جان نہیں تھی۔ وہ رونا چاہتا تھا مگر وہ نہیں رو سکتا تھا۔ کتنے ہی سالوں سے وہ چین سے سو نہ سکا اور آج یہ موسم اس کے غم کی شدت کو مزید بڑھا رہا تھا جیسے اسے رونے پر مجبور کر رہا ہو، مقابلہ برابر کا تھا۔ ہاں وہ نہیں رو سکتا تھا۔ وہ ایک ضدی مرد تھا۔ ایک مرد آخر کیسے رو سکتا ہے؟

www.novelsclubb.com

"مرد کو درد نہیں ہوتا! مرد نہیں روتا۔ "

اس کا دل چاہا چیخ چیخ کر زمانے کو کی گئی زیادتی سے آگاہ کرے۔ مگر کیسے ؟ وہ تو اس معاشرے کا مرد تھا جہاں قصور بیٹیوں کا ہی لگایا جاتا ہے، جہاں مرد کی مردانگی کا ثبوت نہ رو کر پیش کیا جاتا ہے۔ وہ اس معاشرے کا مرد تھا جہاں بیوی سے اظہارِ ہمدردی یا محبت پر اسے زن مرید جیسے القابات سے نوازا جاتا ہے۔

جہاں اسے اپنے جذبات کا اظہار کرنے کی آزادی حاصل نہیں ہوتی اور پھر اسکا ذہن اس بات کو دل و جاں سے قبول کر لیتا ہے کہ

www.novelsclubb.com

مرد کو درد نہیں ہوتا۔ مرد مضبوط پتھر ہوتا ہے۔ اس میں چٹان جیسا حوصلہ ہوتا ہے۔ "

"

وہ اس معاشرے کا مرد تھا جو اسے رونے کی اجازت نہیں دیتا۔اس خوبصورت دل کے انسان کو پتھر بنا دیتا ہے۔وہ اسے انسان نہیں رہنے دیتا وہ اسے مشین بنا دیتا ہے۔ایک روبوٹ جو ہر احساس سے عاری ہے۔

ایک آنسو بغاوت کرتا اس کی سرخ پڑتی آنکھ کے کنارے سے بہنے لگا مگر اس نے اسے انگلی کی پور سے صاف کر کے وہیں روک دیا۔دل تھا کہ وزن سے لدا لاچار جانور۔اسے لگا اس کا دل پھٹ جائے گا۔وہ اب مزید اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا تھا۔وہ مضبوط دکھنے کی اداکاری کرتے کرتے نا جانے کب کا تھک چکا تھا۔

اس کا دل رونا چاہتا تھا، گڑگڑانا چاہتا تھا مگر اس پتھر کے انسان نے اسے رونے نہیں دیا۔وہ ظلم سہتا رہا۔آنسو بغاوت کرتے رہے مگر اس نے انھیں برسنے نہیں دیا۔کتنا مضبوط تھا نا وہ انا کا مارا مرد۔

اس کی بیوی نائلہ بیٹی زِمل کی پیدائش پر ہی وفات پا گئی تھی۔بیوی کی محبت میں دوسری شادی بھی نہیں کی اور سارا وقت زِمل کے نام کر دیا تھا۔کاش نائلہ اس وقت اس کے پاس موجود ہوتی تو وہ اس سے اپنا دکھ بانٹ لیتا۔شاید اس کا دل ہلکا ہو جاتا۔یا شاید نائلہ ہوتی تو یہ سب ہوا ہی نہ ہوتا جس کی وجہ سے آج اس کے سینے پر بوجھ تھا۔۔جو دن بدن بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔اگر نائلہ ہوتی تو غم کے بوجھ تلے دبے،تھکے ہارے دل کو کوئی تسلی مل جاتی۔

ایک شور برپا کرتی بجلی کی کڑک آسماں کو روشن کرتی زمین پر آ گری۔بالکل وہی آواز جو اس کے دل سے کان لگا کر باآسانی سنی جا سکتی تھی مگر ہائے وہ بدنصیب مرد جس کے دل میں اٹھتا شور سننے والا کوئی نہیں تھا۔

بادل تیزی سے برس رہے تھے کتنے خوش نصیب تھے وہ۔۔کیونکہ وہ مرد نہیں تھے۔وہ رو سکتے تھے،جب چاہے اپنا بوجھ نکال باہر کرتے۔۔ہاں وہ بادل بھی اس مرد سے کہیں زیادہ خوش نصیب تھے۔

مگر مرد نہیں رو سکتا۔ہاں وہ چاہے بھی تو نہیں رو سکتا۔آخر یہی بات تو اس کی انا اور مردانگی کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ مرد، مرد ہوتا ہے،ایک پتھر دل محبوب جیسا۔اگر وہ رو دے گا تو اس پر سوال اٹھائے جائیں گے۔زمانہ اسے کمزور اور بزدل سمجھے گا۔

آنکھیں سرخ ہو جائیں،دل غم کی شدت سے بے شک پھٹ جائے مگر اسے۔۔اسے مسکرانا ہے کیونکہ،

مرد کو درد نہیں ہوتا،مرد کبھی نہیں روتا کیونکہ دوسری صورت میں اس سے مرد " کہلانے کا حق چھین لیا جائے گا۔اور پھر مرد کے پاس ہوتا ہی کیا ہے سوائے انا اور عزتِ نفس کے؟

www.novelsclubb.com

وہ نہیں رو سکتا کیونکہ مرد انسان نہیں ہوتا، یا شاید دنیا کی نظر میں مرد کے پاس دل ہی نہیں ہوتا۔اس کے جذبات و احساسات نہیں ہوتے۔وہ صرف ایک پتھر ہوتا ہے۔

مضبوط پتھر۔ جو زخم تو کھاتا ہے مگر چوں تک نہیں کرتا۔ اس کی تنہائیاں بے شک برستی آنکھوں کے ساتھ گزریں لیکن معاشرے کے سامنے وہ نہیں روئے گا۔ وہ کبھی نہیں روئے گا ورنہ وہ مرد نہیں کہلایا جائے گا۔ ایک مرد کے لیے یہ رسوائی ہر رسوائی سے بڑھ کر ہو گی اور وہ یہ کبھی برداشت نہیں کر پائے گا۔

اس لیے تو کہتے ہیں کہ

"!مرد کو درد نہیں ہوتا "

باغی آنسو روکتے اور بمشکل درد سہتے اس نے سرخ آنکھیں موندے لیں۔ کیا معلوم کہ اس طرح اس کے بے قرار دل کو قرار آ جائے۔

www.novelsclubb.com

پانچ سال پہلے جب وہ نوکری کی تلاش میں پردیس جا رہا تھا۔ تو زمل کو بچپن کے گہرے دوست کے گھر چھوڑ گیا۔ دوست سے زیادہ تو لوگ انھیں بھائی سمجھتے اور کہتے آئے تھے۔

زِمل کی عمر اس وقت صرف 11 سال تھی۔ آگے پیچھے کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ جو تھے ان سے ان بن تھی۔ بیٹی بھی اکلوتی۔ ایسے میں صرف ایک شخص جو بھروسے کے قابل تھا وہ اس مضبوط مرد کا گہرا دوست حمید تھا۔

جہانگیر اس پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کر سکتا تھا۔

پرائے دیس میں بیٹی کو لے کر کہاں دھکے کھاتا پھرتا۔ اپنا دیس تو اپنا ہی ہوتا ہے آخر جیسا بھی ہو۔ تو کیا واقعی لوگ بھی اتنے ہی اپنے ہوتے ہیں؟

www.novelsclubb.com

بیٹی روئی، گڑگڑائی:

"بابا پلیز مت جائیں۔۔۔ مجھے بھی آپ کے ساتھ جانا ہے۔ "

مگر اس پر تو نوکری کا بھوت سوار تھا اور کیسے نہ ہوتا، ہر باپ اپنی اولاد کے بہتر مستقبل کے لیے اتنی قربانیاں تو دے ہی سکتا ہے۔ دل پر پتھر رکھ کر مضبوط باپ نے بیٹی کو تسلی دی۔

" زمل بیٹا! انکل آنٹی ہیں نا آپ کے پاس۔۔ بہت خیال رکھیں گے آپ کا۔۔ اور میں ملنے آوں گا نا آپ سے بہت جلد۔۔ میرے بیٹے کو چاکلیٹ بہت پسند ہے۔ ہے نا؟ بہت مزے کی چاکلیٹ لاؤں گا اپنی بیٹی کے لیے۔ "

زمل کے مستقبل کے خواب سجاتا وہ پردیس روانہ ہوا۔

www.novelsclubb.com

موسم تھا کہ تھمنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ایک اور بجلی کی کڑک زمیں پر گری تو اس نے یکدم آنکھیں کھولیں۔ ماضی دھندلا گیا تھا۔ وہ خواب نہیں دیکھ رہا تھا وہ سب واقع ہو چکا تھا۔

اس کے دل کی برسات کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا مگر آنکھیں اتنی ہی خشک تھیں۔رگیں واضح مگر خشک تھیں۔آخر وہ مرد تھا۔

اس نے حقیقت کو تسلیم کرتے پھر سے آنکھیں موند لیں۔

ایک ماہ بعد وہ اپنے دیس واپس آرہا تھا۔اس نے حمید کو نہیں بتایا تھا۔وہ زمل کا سرپرائز خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔جو روپیہ پیسا کمایا تھا اس سے ایک موٹر سائیکل خرید لی تھی۔جس پر ائیر پورٹ سے سیدھا وہ اس سے ملنے آرہا تھا۔بائک کی پچھلی نشست پر موجود رنگ برنگے ڈبے رسی سے باندھ رکھے تھے۔جن میں غالباً چاکلیٹس ہوں گی اور کچھ تحائف۔

www.novelsclubb.com

وہ بہت خوش نظر آتا تھا۔رات کے 12 بجے ایئر پورٹ سے ہوتا ہوا وہ سیدھا اس انجان علاقے کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں اس کے برسوں پرانے دوست حمید نے گھر لے رکھا

تھا۔آس پاس چند گھر تھے جن کا کام جاری تھا۔دن کو تو چہل پہل ہوتی تھی مگر رات کو وہی ایک گھر تھا جو وہاں روشن ہوتا۔

جہانگیر اپنی بیٹی زمل سے ملنے کے لیے بے تاب تھا۔جیسے ہی گھر کے قریب آیا اسے زمل کے رونے اور چیخنے کی آواز سنائی دی تھی۔وہ ہڑبڑا کو موٹر سائیکل سے نیچے اترا تھا۔ایک دم وسوسوں نے اسے گھیر لیا۔گرتا پڑتا آواز کی سمت میں بھاگا۔گھر کے قریب تعمیر ہوتی عمارت سے زمل کے چلانے کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں۔وہ تاریک عمارت میں داخل ہوا تو موبائل نکال کر ٹارچ جلائی۔پھر گرتا پڑتا اوپری سمت کی طرف بھاگا۔آخری سیڑھی پر اس کے قدم جام ہو گئے۔

www.novelsclubb.com

ٹارچ کی روشنی زمل پر پڑ رہی تھی۔وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔وہ مسلسل کپکپا رہی تھی۔بال بکھرے ہوئے،رنگ نیلا پڑ چکا تھا،آنکھیں ایسے جیسے کوئی آسیب دیکھ لیا ہو۔

آدھ کھلے ہونٹ بمشکل بابا بابا کہنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔ حمید جہانگیر کے قدموں کی آواز سن کر چوکنا ہو گیا تھا۔ وہ زمل سے کچھ فاصلے پر تھا۔ جہانگیر نے ٹارچ لائٹ اس کی طرف گھمائی۔ مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ کاش وہ دس منٹ پہلے پہنچ گیا ہوتا مگر کاش!

یقیناً حمید زمل کو بہلا کر اس عمارت میں لے آیا تھا۔ اس کی بیوی تو کب کی نیند کی وادیوں میں جا چکی تھی تب ہی زمل کی آواز نہیں سن پائی ہو گی یا اسے نیند کی دوا دے دی گئی ہو گی۔

اس نے پھر سے آنکھیں کھول دیں۔ نیند کوسوں دور تھی۔ کاش کہ وہ ایک خواب ہوتا۔ وقت ہاتھ سے پھسل جائے تو انسان کے پاس کاش کے سوا کچھ نہیں بچتا۔

اس کی ہتھیلیاں ٹھنڈی پڑ گئیں۔اس کی زندگی کی وہ قیامت خیز رات تھی کہ گہرے دوست نے اس کی بیٹی کی عزت پامال کرنا چاہی تھی۔

بارش اب کافی حد تک تھم چکی تھی۔ہر رات ایسے ہی جاگتے گزرتی تھی۔کب صبح ہو جائے اسے خبر نہ ہوتی۔

یہ ناسور اسے روگ کی طرح لگ چکا تھا۔بیٹیاں خاموش ہو جائیں تو والدین کی جان نکل جاتی ہے اور زمل نے بھی جہانگیر کی جان نکال دی تھی۔وہ سترہ سال کی ہونے کو تھی۔ مگر ہر رات خواب میں ڈرنا اس کا معمول بن چکا تھا۔آخر کسی ٹراما سے نکلنا اتنا آسان تو نہیں ہوتا نا۔اس کا دن خاموشی میں گزرتا۔وہ بھی پتھر کا بُت بن چکی تھی۔شوخ پن تو جیسے اس کی شخصیت سے نکل گیا تھا۔وہ اب سنجیدہ رہنے لگی تھی۔

وہ باپ سے اور باپ اس سے نظریں نہیں ملا پاتا۔ کاش جب وہ اسے روک رہی تھی وہ رک جاتا۔ اب معافی مانگے بھی تو کس منہ سے اور معافی مانگنے سے غم مٹ تو نہیں جاتے۔ دل کے کسی گوشے میں پڑے رہتے ہیں۔ ہر پل تکلیف دیتے ہیں۔

زمل کا یہ رویہ اب اس سے برداشت نہیں ہوتا۔ وہ اب اسے بابا نہیں کہتی نا ہی فرمائشیں کرتی ہے۔

اب وہ باغی بن چکی ہے۔ اس کے پاس جہانگیر سے کرنے کے لیے کوئی شکایت باقی نہیں رہی۔ والدین کی بعض کوتاہیاں اولاد کے لیے وبالِ جاں بن جاتی ہیں۔ جن کا خمیازہ وہ ساری زندگی بھگتتے ہیں۔ کسی کا بچپن ہاتھ سے چلا جاتا ہے تو کوئی وقت سے پہلے اتنا میچیور ہو جاتا ہے کہ اس کی عمر اور باتوں کو دیکھ کر انسان کو ایک حیرت کا جھٹکا ضرور لگتا ہے۔

احساسِ ندامت لیے جہانگیر ہر رات ایسے ہی بلکتا ہے مگر وہ رو نہیں سکتا۔ حالِ دل کسی سے کہہ نہیں سکتا کیونکہ معاشرہ کہتا ہے :

"!مرد کو درد نہیں ہوتا "

ختم شُد

******

www.novelsclubb.com